محمد اسحاق بھٹی

مولانا یحییٰ علی عظیم آبادی

ہندوستان کے صوبہ بہار کا ایک مشہور شہر پٹنہ ہے جو اس صوبے کا دارالحکومت ہے۔ کسی زمانے میں اسے عظیم آباد کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ وہاں کے علمائے عالی مقام میں ایک عالم دین مولانا یحییٰ علی تھے، جن کے والد کا نام الٰہی بخش اور دادا کا ہدایت علی جعفری تھا۔ یہ حضرات عظیم آباد کے محلہ صادق پور میں سکونت پذیر تھے۔ اس لیے "صادق پوری" کی نسبت سے مشہور تھے۔ یہ محلہ کئی علمی خاندانوں کا مرکز اور اصحاب فضل کا مسکن تھا۔

مولانا یحییٰ علی اسی محلے میں ۱۲۳۴ھ کو پیدا ہوئے۔ اپنے بڑے بھائی مولانا احمد اللہ عظیم آبادی اور مولانا ولایت علی سے اکتساب علم کیا۔ تصوف و سلوک سے گہرا لگاؤ تھا، یہ فیض بھی مولانا ولایت علی سے حاصل کیا اور انہی سے سند حدیث لی۔ پھر بہت بڑے عالم، محدث و فقیہ اور شیخ کی حیثیت سے شہرت پائی۔ درس و تدریس اور ذکر و تذکیر کا سلسلہ بھی شروع کیا۔ حدیث و فقہ اور دیگر علوم مروّجہ میں ید طولیٰ رکھتے تھے، مسائل دینیہ کے استخراج و انبساط میں ان کا مرتبہ بہت بلند تھا، معاملات وراثت کے تمام گوشوں میں مہارت تامہ حاصل تھی۔

ان کے استاذ و شیخ مولانا ولایت علی عظیم آبادی جہاد کے لیے سرحد گئے تو یہ عظیم المرتبت عالم ان کے ہم رکاب تھے اور سلسلۂ جہاد میں استاد کے معاون و مددگار تھے۔ اس کے بعد جب سرحد سے وطن واپس آئے تو پھر تدریس و تذکیر میں مشغول ہو گئے۔ ایک عرصے تک یہ خدمت انجام دیتے رہے۔ بعد ازاں شوال ۱۲۶۵ھ (ستمبر ۱۸۴۹ء) کو مولانا ولایت علی جب آخری مرتبہ مستقل طور پر وطن سے ہجرت کر کے سرحد کو روانہ ہوئے تو بھی مولانا یحییٰ علی ان کے ہم عناں تھے۔ جب ۲۲۔ محرم ۱۲۶۹ھ (۵ نومبر ۱۸۵۲ء) کو مولانا ولایت علی مرکز مجاہدین ستھانہ میں وفات پا گئے تو مولانا یحییٰ علی واپس وطن تشریف لے آئے اور حسب معمول سابق اپنے شہر عظیم آباد (پٹنہ) میں درس و تدریس اور ذکر و تذکیر کا سلسلہ شروع کر دیا۔ طویل عرصے تک درس و افادہ میں مصروف رہے۔

اس کے بعد برصغیر کے سیاسی حالات نے ایسی کروٹ لی کہ انگریزی حکومت نے ۱۲۸۰ھ (۱۸۶۴ء) میں ملک کے مختلف مقامات سے گیارہ آدمیوں کو گرفتار کرکے ان پر بغاوت کا مقدمہ قائم کر دیا اور ان سب کو انبالہ جیل میں بھیج دیا۔ اسے "وہابیوں کا پہلا مقدمۂ بغاوت" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، جس کی تمام کارروائی انبالہ جیل میں ہوئی۔

انگریزی حکومت کے خلاف بغاوت کے ان مجرموں میں مولانا یحییٰ علی عظیم آبادی بھی شامل تھے، جنھیں ۲۶۔ رمضان ۱۲۸۰ھ (۵۔ مارچ ۱۸۶۴ء) کو گرفتار کرکے بذریعہ ریل گاڑی انبالہ بھیجا گیا۔ اس وقت ان کی عمر بیالیس برس کی تھی اور مجاہدین سرحد کے خادموں اور معاونوں کی فہرست میں ان کا نام "محی الدین" تھا۔ جن لوگوں پر مقدمۂ بغاوت قائم کیا گیا تھا، وہ سب اپنی جگہ معزز اور خوش حال لوگ تھے، لیکن انھیں انتہائی اذیت ناک صورتِ حال سے دوچار کیا گیا۔ تنگ و تاریک کوٹھڑیوں میں بند کرکے انھیں ہتھکڑیاں اور لوہے کے طوق پہنائے گئے۔ کھانے کو ایسی روٹیاں دی گئیں جن میں چوتھا حصہ ریت اور مٹی شامل تھی، ان میں سے بعض کو علیحدہ علیحدہ پھانسی کی کوٹھڑیوں میں رکھا گیا۔

مقدمے کی ابتدائی کارروائی انبالہ کے ڈپٹی کمشنر کپتان ٹائی کی عدالت میں ہوئی جو ایک ہفتہ جاری رہی۔ اس اثنا میں الزامات کی نوعیت، گواہوں کی ترتیب اور شہادتوں کی تفصیل مرتب کی گئی۔ پھر تمام ملزموں کو سیشن سپرد کر دیا گیا اور سیشن عدالت میں باقاعدہ مقدمے کا آغاز ہوا۔

یہاں یہ بتانا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ملزم پہلے دن ڈپٹی کمشنر کی عدالت میں پیش ہوئے تو دورانِ مقدمہ میں نماز کا وقت ہو گیا، نماز کے لیے اجازت طلب کی تو نہ ملی۔ پھر معمول یہ رہا کہ جب نماز کا وقت ہوتا، ملزم تیمم کرکے اور بیٹھے ہوئے اشاروں سے نماز پڑھ لیتے۔ مقدمے کی سماعت جتنے دن ڈپٹی کمشنر کی عدالت میں جاری رہی، تمام ملزم الگ الگ پھانسیوں کی کوٹھڑیوں میں بند رہے۔ جب مقدمہ سیشن سپرد ہوا تو سب کو حوالات میں یک جا کر دیا گیا۔ یہ ماحول بہت حد تک سازگار تھا اور تمام دوست اکٹھے رہتے تھے۔ اس لیے تکلیفوں اور اذیتوں کا احساس تقریباً ختم ہو گیا تھا۔

مولانا یحییٰ علی انتہائی صابر و ضابط شخص تھے۔ ابتلا و آزمائش کے دنوں میں وہ عام طور پر عربی کی یہ رباعی پڑھتے اور ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرتے اور اس کی رضا پر راضی رہتے۔

لَسْتُ اُبَالِیْ حِیْنَ اُقْتَلُ مُسْلِماً　　عَلٰی اَیِّ شِقٍّ کَانَ لِلّٰہِ مَصْرَعِیْ

وَذَالِكَ فِیْ ذَاتِ الْاِلٰہِ اِنْ یَّشَأْ یُبَارِکْ عَلٰی اَوْصَالِ شِلْوٍ مُّمَزَّعٖ

یعنی جب مَیں مسلمان مارا جاؤں تو مجھے کچھ پروا نہیں کہ اللہ کی طرف میرا لوٹنا، اگرچہ کسی بھی طرح سے ہو۔

یہ سب اللہ کی راہ میں ہے، وہ چاہے تو بوسیدہ ہڈیوں اور تمام اعضائے جسم میں برکت اور بالیدگی پیدا کر دے۔

عدالت نے ۲۔مئی ۱۸۶۴ء کو مقدمے کا فیصلہ سنایا۔ مولانا یحییٰ علی کے لیے سزائے موت اور لاش جیل کے قبرستان میں دفن کرنے کا فیصلہ ہوا۔ نیز حکم دیا گیا کہ ان کی جائداد منقولہ و غیر منقولہ بحق سرکار ضبط کر لی جائے۔ بعد میں سزائے موت کو حبسِ دوام بعبور دریائے شور میں بدل دیا گیا۔ یہ فیصلہ ۲۴۔اگست ۱۸۶۴ء کو صادر ہوا، جس کی اطلاع انھیں ۱۶۔ستمبر ۱۸۶۴ء کو ملی۔

یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ سزائے موت کی سزا تین ملزموں کو سنائی گئی تھی اور وہ تھے (۱) مولانا یحییٰ علی (۲) مولانا محمد جعفر تھانیسری اور (۳) شیخ محمد شفیع۔ ! سزا سن کر شیخ محمد شفیع تو بہت مغموم ہوئے، البتہ دوسرے دونوں بزرگ انتہائی خوش تھے۔ انگریز پولیس کپتان نے مولانا محمد جعفر سے خوشی کی وجہ پوچھی تو اُنھوں نے جواب دیا کہ شہادت کی امید پر خوش ہیں، جو مسلمانوں کے لیے سب سے بڑی نعمت ہے۔ تم اس کو کیا جانو۔[۱]

اس کے بعد ان کی سزائے موت ختم کر دی گئی کہ ملزم اس سے خوشی محسوس کرتے تھے اور ان کو خوش کرنا ہرگز مقصود نہ تھا۔ اس کے بجائے حبس دوام بعبور دریائے شور کی سزا دی گئی کہ موت کے مقابلے میں یہ سزا زیادہ تلخ اور اذیت ناک ہوگی۔

جن لوگوں کو پھانسی کی سزا ختم کر کے حبس دوام کی سزا دی گئی تھی، ان کے سر اور ڈاڑھی مونچھ مونڈ دیے گئے تھے۔ مولانا یحییٰ علی ڈاڑھی کے کٹے ہوئے بال ہاتھ میں اُٹھائے پھرتے اور کہتے: "افسوس نہ کر کہ تو خدا کی راہ میں پکڑی گئی اور اسی کی خاطر کاٹی گئی۔"[۲]

---

[۱] کالا پانی ص ۶۸

[۲] ایضاً ص ۷۳

بغاوت کے گیارہ ملزموں میں سے چار کو، جن میں مولانا یحییٰ علی شامل تھے، کالا پانی بھیجا گیا۔ مولانا کو ہتھکڑیاں اور بیڑیاں ڈال کر انبالہ سے پیدل لدھیانہ، پھلور، جالندھر اور امرتسر کے راستے لاہور لایا گیا اور کچھ عرصہ سنٹرل جیل میں رکھا گیا۔ اس کے بعد ریل گاڑی کے ذریعے ملتان اور وہاں سے کشتی میں سوار کر کے کوٹڑی پہنچا دیا گیا۔ کوٹڑی سے کراچی اور کراچی سے بادبانی جہاز سے بمبئی پہنچے۔ ۸۔ دسمبر ۱۸۶۵ء کو بمبئی سے جونا جہاز میں سوار ہوئے اور چونتیس دن کے بعد ۱۱۔ جنوری ۱۸۶۶ء کو پورٹ بلیئر (جزائر انڈمان) میں اترے۔

مولانا یحییٰ علی کی جائداد نیلام کر دی گئی تھی۔ یہ لاکھوں کی جائداد تھی جو انگریزی حکومت نے کوڑیوں میں فروخت کی۔ غیر منقولہ جائداد صرف دو ہزار ساٹھ روپے چار آنے میں اور منقولہ جائداد چھ سو پینتالیس روپے میں نیلام ہوئی۔

انبالہ وہابی سازش کیس کے تقریباً ایک سال بعد عظیم آباد کا پہلا مقدمۂ بغاوت شروع ہوا۔ اس میں جو حضرات گرفتار ہوئے ان میں مولانا یحییٰ علی کے بڑے بھائی مولانا ولایت علی بھی شامل تھے۔ ان کا فیصلہ ۲۹۔ رمضان ۱۲۸۱ھ (۲۷۔ فروری ۱۸۶۵ء) کو ہوا۔ پہلے ضبطیٔ جائداد اور پھانسی کی سزا سنائی گئی۔ پھر اسے حبس دوام بعبور دریائے شور میں بدل دیا گیا۔ ان کو مولانا یحییٰ علی سے پہلے ۱۵۔ جون ۱۸۶۵ء کو پورٹ بلیئر (جزائر انڈمان) پہنچا دیا گیا تھا۔ جو لوگ اعانتِ مجاہدین کے جرم میں ماخوذ تھے، ان میں کالا پانی پہنچنے والے مولانا احمد اللہ اوّلین بزرگ تھے۔

اس زمانے میں انڈمان (کالا پانی) میں ایک شخص سید اکبر زمان اکبر آبادی چیف کمشنر انڈمان کے میر منشی تھے، جنھیں ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں حصہ لینے کی بنا پر بیس سال قید کی سزا ہوئی تھی اور انڈمان بھیج دیے گئے تھے۔ یہ نہایت شریف آدمی تھے اور وہابی مقدمات کے تمام لوگوں کی انتہائی عزت کرتے تھے۔ ۱۸۵۷ء سے پہلے ہندوستان کے قلعہ آگرہ کے محکمۂ فوج میں میر منشی تھے۔ کالا پانی پہنچنے کے بعد بھی انھیں میر منشی مقرر کیا گیا۔ قید کی مدت پوری ہونے کے بعد ۱۹۰۴ء میں آگرہ آئے اور وہیں وفات پائی۔

مولانا احمد اللہ جب کالے پانی پہنچے تو سید اکبر زمان نے چیف کمشنر سے بات کی اور اس کی اجازت سے انھیں اپنے گھر لے گئے جو وہاں کے ایک جزیرے "روس آئی لینڈ" میں تھا۔ پھر اپنے قریب ہی ان کے لیے الگ مکان کا انتظام کر دیا اور چیف کمشنر کی کچہری میں اپنے ماتحت لکھنے پڑھنے کا کام ان کو دلا دیا۔ مولانا

احمد اللہ کے بعد ۱۱-جنوری ۱۸۶۶ء کو مولانا یحییٰ علی انڈمان پہنچے تو سید اکبر زمان نے بھی اپنے پاس ہی جزیرہ "روس آئی لینڈ" میں ٹھہرایا۔ اس طرح مولانا احمد اللہ اور مولانا یحییٰ علی دونوں بھائی ایک ہی جگہ رہنے لگے۔ تبلیغ دین، اشاعتِ اسلام اور اصلاحِ عوام میں دونوں بھائی کوشاں رہتے۔ فرصت کے اوقات میں لوگوں کو قرآن و حدیث کی تعلیم دیتے اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کی تلقین فرماتے۔ دونوں نہایت صابر و شاکر بزرگ تھے۔

جیسا کہ پہلے بتایا گیا ہے، سزا کے بعد عظیم آباد میں ان کی تمام جائداد نیلام کردی گئی تھی۔ مکانات خالی کرلیے گئے تھے، عورتوں اور بچوں کو گھروں سے نکال دیا گیا تھا۔ سب مال و اسباب، کتابیں اور مسوّدے ضبط کر لیے گئے تھے۔ جن مکانوں میں یہ لوگ کئی پشتوں سے سکونت پذیر تھے، انھیں مسمار کردیا گیا تھا۔ خاندانی قبرستان بھی کھدوا دیا گیا تھا اور مردوں کی ہڈیاں قبروں سے نکلوا کر باہر پھینک دی گئی تھیں۔

یہ انتہائی وحشت ناک اذیتیں اور مصیبتیں تھیں جو ان پاک باز حضرات نے برداشت کیں۔ یہ عظیم قربانیاں محض سیاست کے لیے نہ تھیں، یہ تقاضائے فرض تھا اور اس کا مقصد فقط اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رضامندی اور خوشنودی تھا۔ کوئی دنیوی مفاد اس میں ہرگز نہ تھا، بلکہ دنیوی نقطۂ نظر سے یہ سراسر نقصان تھا۔ یہی وجہ ہے کہ تمام مصائب و آلام کو اُنھوں نے نہایت تحمل سے برداشت کیا۔ کبھی حرفِ شکایت زبان پر نہیں لائے۔

مولانا یحییٰ علی کو گھر میں پیش آنے والے حوادث کا علم ہوا تو کالے پانی سے اہلیہ محترمہ کو ایک خط تحریر فرمایا جو لائقِ مطالعہ ہے۔ لکھتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یحییٰ علی کی طرف سے، بخدمت اُمِ حبیبہ، اُمِ محمد یوسف سلمہا اللہ تعالیٰ۔

ضروری لکھنا یہ ہے کہ خط سے نورِ چشم محمد حسن مدّ عمرہ کے، حال انہدام دونوں مکانوں کا معلوم ہوا۔ البتہ دل کو قلق ہوا، اور صدمہ بہت گزرا۔ کیونکہ سکونتِ قدیم سے، خصوصاً وہ مکان کہ جس میں ذکر اللہ بہت ہوا ہو، اور کاروبارِ فریضہ بہت انجام پائے ہوں، مومنین کو انس و محبت بطور اہل و عیال کے ہوتی ہے۔

اسی روز شب کو روحِ انور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ تبسم کناں فرمانے لگے کہ البتہ انہدام سے مکانوں کے، مالکان کو، خصوصاً نسواں کو رنج و الم بہت ہوا ہے،

اور ہونے کی جگہ ہے۔ اور ان آیاتِ کریمہ کو زبانِ مبارک سے ارشاد فرمایا:

وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ ۝
اُولٰٓئِكَ عَلَیْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ قف وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ۝ [۳]

رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ ۝ [۴]

عَسٰی رَبُّنَآ اَنْ یُّبْدِلَنَا خَیْرًا مِّنْهَآ اِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ ۝ [۵]

اور فرمایا ان آیات کو وردِ زبان رکھو۔ عبادت خانے اور مسجدِ اقصیٰ اور مکانات انبیا علیہم السلام بخت نصر اور جالوت کے ہاتھ سے انہدام پائے تھے۔ آخر منہدم کرنے والے نسیاً منسیاً ہو گئے اور یہ اماکن متبرکہ از سر نو بنا ہوئے اور پہلے سے زیادہ آباد ہوئے۔ تم بھی اپنے ربّ کے فضل سے ایسی ہی امید رکھو۔ اللہ تعالیٰ کا بہت شکر کرو کہ تم ایسے امتحان کے لائق ٹھہرے۔

بعد اس مکاشفہ کے میں نے بہت انشراح و تسکین پایا اور اپنے بڑے بھائی (مولانا احمد اللہ صاحب) کو آگاہ کیا۔

---

[۳] یہ سورہ بقرہ کی آیات نمبر ۱۵۵ تا ۱۵۷ ہیں۔ ان کا ترجمہ یہ ہے: اور جو لوگ صبر کرنے والے ہیں، انھیں کامیابی کی بشارت دے دو۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جب کبھی ان پر کوئی مصیبت آن پڑتی ہے تو ان کی زبانِ حال کی صدا یہ ہوتی ہے: اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ (کہ ہم تو مال و اولاد سمیت اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہیں اور ہم سب دنیا سے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف جانے والے ہیں) سو یقیناً ایسے ہی لوگ ہیں جن پر ان کے پروردگار کے الطاف و کرم کی بارش ہوتی رہتی ہے، اور وہی اس کی رحمت کے حق دار ہیں اور یہی لوگ سیدھی راہ پر ہیں۔

[۴] یہ سورہ اعراف کی آیت نمبر ۱۲۶ ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے: اے ہمارے پروردگار! ہمیں صبر کی نعمت سے شادکام فرما، اور ہمیں اسلام کی حالت میں اس دنیا سے اٹھا۔

[۵] یہ سورہ قلم کی آیت نمبر ۳۲ ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے: شاید ہمارا پروردگار ہمیں اس کا اچھا بدلہ دے۔ ہم اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔

دریائے عشقِ خالقِ ہر دو جہاں میں ہم
نام و نشان دارِ فنا کے ڈبا چکے

کفنی گلے میں ڈال کے تسمہ کمر کے بیچ
جوگی ہوئے ہیں محرمِ اسرار کے لیے

اے خدائے من فدایت جانِ من
جملہ فرزندان و خادمانِ من ۵۶

کالے پانی پہنچنے کے تقریباً دو سال بعد مولانا یحییٰ علی بیمار ہوئے اور قانون کے مطابق ہسپتال میں ڈاکٹری علاج ہونے لگا۔ مولانا عبدالرحیم (جو ان کے بھانجے تھے اور انڈمان میں قید تھے) حکام بالا کی اجازت سے کچھ دیر اپنا کام کرتے اور کچھ دیر مولانا کی خدمت میں رہتے۔

بیماری کے دنوں میں مولانا یحییٰ علی کا یہ معمول رہا کہ جو لوگ عیادت کے لیے آتے، انھیں پند و نصیحت فرماتے۔ یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ زندگی کے آخری لمحے تک انجام دیتے رہے۔

مرض اگرچہ زیادہ شدید نہ تھا تاہم تکلیف ضرور تھی۔ بڑے بھائی مولانا احمد اللہ دن میں دو مرتبہ مزاج پرسی کے لیے ہسپتال تشریف لاتے۔ ۲۶۔شوال ۱۲۸۴ھ کو طبیعت کچھ زیادہ خراب ہوئی تو مولانا احمد اللہ کو بھی بلا لیا گیا اور مولانا عبدالرحیم بھی آ گئے۔ زبان پر اللہ کا ذکر جاری تھا اور ہوش بجا تھے کہ اسی دن یعنی ۲۶۔ شوال ۱۲۸۴ھ (۲۰۔فروری ۱۸۶۸ء) کو روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی اور قیدِ فرنگ اور قیدِ حیات دونوں سے نجات پائی۔ کالا پانی پہنچنے کے بعد دو سال ایک مہینہ اور نو دن زندہ رہے۔

وفات ہسپتال میں ہوئی تھی۔ اس کے بعد میّت کو گھر لے جایا گیا۔ سید اکبر زمان نے چیف کمشنر

---

۵۶ اقتباس از مکتوب مولانا یحییٰ علی جو ۲۱۔جمادی الاولیٰ ۱۲۸۳ھ کو یک شنبہ کے روز انڈمان سے اپنی اہلیہ محترمہ کے نام ارسال فرمایا۔ (بحوالہ علمائے ہند کا شاندار ماضی ج: ۳ ص ۱۵۶ تا ۱۵۸)

سے اجازت لے کر تمام جزیروں میں اعلان کرا دیا تھا کہ جو لوگ تکفین و تدفین اور نمازِ جنازہ میں شامل ہونا چاہیں، ان کے مکان پر پہنچ جائیں ۔ چنانچہ مسلمانوں کے علاوہ بہت سے ہندو بھی مقررہ مقام اور متعین وقت پر پہنچ گئے ۔ پانچ ہزار کے قریب لوگ اس مردِ مجاہد اور عالمِ جلیل کی خبرِ وفات سُن کر ان کے گھر پہنچے۔ نمازِ جنازہ کئی مرتبہ پڑھی گئی اور اس پیکرِ عزیمت و استقلال کو انڈمان کے جزیرے روس آئی لینڈ میں دفن کر دیا گیا ۔

مولوی کبیر احمد پھلواروی نے مندرجہ ذیل اشعار میں تاریخِ وفات کہی ۔

چونکہ یحییٰ علی ستودہ خصال   عالم و زاہد و محدث بود
روحِ پاکش گزاشت مجلسِ تن   راہِ ملکِ وصالِ حق بیمود
گشت راضی خدائے پاک ازو   عزتش پیشِ قدسیاں افزود
ہاتفے سالِ او ز روئے الم   رضی اللہ ربہ فرمود
۱۲۸۴ھ